30

اگر تم دوسروں پر قرآن کریم کی حکومت کو قائم کرنا چاہتے ہو تو اپنے پر بھی اس کی حکومت قائم کرو

(فرمودہ 5 ستمبر 1952ء بمقام ربوہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ عرصہ سے میری طبیعت خراب چلی آ رہی ہے اس لئے میں روزانہ نمازوں میں نہیں آ سکتا۔ اِلَّا مَا شَاءَ اللّٰہ بعض نمازوں میں آ جاتا ہوں۔ پھر اس بیماری کی وجہ سے ذہن پر بھی اثر ہے۔ میں کئی دفعہ اس تکلیف میں لوگوں کے نام بھول جاتا ہوں اور بسا اوقات دوسرے سے پوچھنا پڑتا ہے کہ فلاں کا کیا نام تھا۔

ربوہ سے کسی نے میرے پاس ایک شکایت کی ہے۔ اس کے متعلق آج میرا کچھ بیان کرنے کا ارادہ تھا۔ لیکن جو اصل بات تھی وہ تو بھول گئی ہے۔ اور ایک ضمنی بات یاد رہ گئی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ چونکہ میری طبیعت خراب ہوگئی ہے اس لئے اگر وہ بات یاد بھی رہ جاتی تو میں اتنا لمبا بول نہیں سکتا تھا۔ اب جو بات یاد رہ گئی ہے اُس کے متعلق کچھ بیان کروں گا۔

شکایت کرنے والے نے جو چِٹھی میرے نام بھیجی ہے اُس کے نیچے اُس نے اپنا نام نہیں لکھا بلکہ اُسے چھپانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ اس نے چِٹھی کے نیچے لکھا ہے ''حمزادی''۔ میرے علم میں ہندوستان یا کسی اَور ملک میں حمزادی کوئی نام نہیں۔ اِسی طرح اگر اسے کسی جگہ کی طرف بھی منسوب کیا جائے تو میرے علم میں کسی ملک، شہر یا جگہ کا نام بھی ایسا نہیں جس کی طرف منسوب کر

کے یہ نام بن سکے۔ میں جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہی ہے کہ لکھنے والے نے اپنا نام چھپایا ہے۔

پس سب سے پہلی یہی مشکل ہے جو اس نے میرے سامنے پیش کر دی۔ یہ کم سے کم اس نے جو اپنا نام لکھا ہے اس سے میں نے یہی اثر قبول کیا ہے کہ اس نے اپنا نام چھپایا ہے۔ پس میرے لئے یہ امر مشکل ہو گیا ہے کہ میں اس شکایت کی تحقیقات کر سکوں۔ اور مشکل بھی ایسا کہ میرے لئے کوئی چارہ نہیں کہ یا تو میں اس کی بات کو ردّ کر دوں یا قرآن کریم کو ردّ کر دوں۔ اب سیدھی بات ہے کہ میں قرآن کریم کی بات کو ردّ نہیں کر سکتا۔ میں اسی کی بات ہی کو ردّ کروں گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تمہارے پاس کوئی شکایت پہنچتی ہے تو پہلے اس کی تحقیق کرو۔ اور تحقیق کرنے سے پہلے یہ بات دیکھنی پڑتی ہے کہ شکایت کرنے والا کیسا ہے، وہ مومن ہے یا فاسق۔ اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ شکایت کرنے والے کا کیریکٹر مشتبہ ہے تو پھر تم اپنے طور پر اس خبر کی تحقیقات کرو اور تحقیقات کے بعد معلوم کرو کہ آیا جو کچھ وہ کہتا ہے وہ سچ ہے یا نہیں۔ یہ قرآنی تعلیم ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا 1۔ اگر تمہارے پاس کوئی فاسق شکایت لے کر آتا ہے اور وہ تمہارے سامنے کسی کے متعلق کوئی بُری بات کہتا ہے تو تم اس کی تحقیقات کرو پھر کوئی اَور کارروائی کرو۔ اب اس شخص نے جو بات بتائی ہے بظاہر نظر آتا ہے کہ وہ خود مجرم ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ کم سے کم اگر کوئی فاسق تمہارے پاس شکایت لے کر آتا ہے تو پہلے اُس کی تحقیق کر لو۔ تو اب اگر لکھنے والے نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا تو ہمیں یہ پتا کیسے لگے گا کہ وہ فاسق ہے یا مومن۔ اس آیت میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ تم دیکھ لو کہ آیا شکایت کرنے والا جوشیلا اور لڑاکا تو نہیں۔ آیا وہ معمولی سی بات کو بڑا تو نہیں بنا لیتا وہ بات بات پر جوش میں تو نہیں آجاتا؟

فاسق کے معنی صرف بدکار کے ہی نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عربی میں بدکار کو بھی فاسق کہہ لیتے ہیں۔ لیکن لغت کے لحاظ سے فاسق اُس شخص کو بھی کہتے ہیں جو تیز طبیعت ہو، بات بات پر لڑ پڑتا ہو۔ فاسق عربی کا لفظ ہے اردو کا نہیں۔ اور عربی میں اسکے مفہوم میں چھوٹی چھوٹی باتیں بھی آجاتی ہیں۔ فسق کبھی بدکاری کے معنوں میں بھی آتا ہے اور کبھی اس کے معنی عدمِ اطاعت کے بھی ہوتے ہیں۔ یہ لفظ وسیعُ الْمعانی ہے۔ جس طرح ''مَکر'' کا لفظ قرآن کریم میں کافروں کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ اِسی طرح فاسق کا لفظ

بھی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ فاسق کے معنی صرف بدکار کے ہی نہیں۔ فاسق کے معنی تیز مزاج کے بھی ہیں، فاسق کے معنی لڑاکے اور تعاون نہ کرنے والے کے بھی ہیں۔ فاسق کے معنی اُس شخص کے بھی ہیں جو لوگوں کے چھوٹے چھوٹے قصوروں کو لے کر بڑھا کر پیش کرتا ہے اور انہیں کمال تک لے جاتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ باتیں معمولی نہیں ہوتیں بلکہ ان کا کرنے والا واجبُ الْقتل ہوتا ہے۔

پشاور کے ایک دوست تھے حافظ محمد اُن کا نام تھا۔ بڑے مخلص احمدی تھے۔ ان کی طبیعت میں یہ مرض تھا کہ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو لے کر کفر سے وَرے نہیں ٹھہرتے تھے۔ فرض کرو کوئی شخص تشہد میں اپنے دائیں پاؤں کی انگلیاں سیدھی نہیں رکھتا تو اُن کے نزدیک وہ کفر کی حد تک پہنچ جاتا تھا۔ میں نقرس کی وجہ سے کئی سال سے دائیں پاؤں کی انگلیاں تشہد کی حالت میں سیدھی نہیں رکھ سکتا۔ پہلے رکھا کرتا تھا اَب اُن کا سیدھا رکھنا مشکل ہے۔ اگر حافظ محمد صاحب اب زندہ ہوتے تو غالباً شام تک وہ مجھ پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے۔ اس لئے کہ یہ پاؤں کی انگلیاں سیدھی نہیں رکھتے اور ایسا کرنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے۔ پس معلوم ہوا اُن کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں۔ اور اگر اُن کا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں تو اُن کا قرآن کریم پر بھی ایمان نہیں۔ اور اگر اُن کا قرآن کریم پر ایمان نہیں تو اُن کا خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں۔

ہم جب چھوٹی عمر کے تھے اُس وقت مسجد مبارک کے پاس ایک نالہ تھا۔ یہ نالہ دراصل ایک بڑی نالی تھی جس میں بسا اوقات گھٹنے گھٹنے تک گند بہتا تھا۔ اس نالہ پر ایک پھٹّا ڈالا ہوا تھا جس پر سے لوگ گزرتے تھے۔ مجھے خوب یاد ہے کہ حافظ محمد صاحب ایک دن اُس پھٹّا پر بیٹھے ہاتھ اٹھائے دعا مانگ رہے تھے کہ اے خدا! تیرے مسیح کے اردگرد سارے کفار اور فاسق جمع ہو گئے ہیں تُو اپنے مسیح کی حفاظت فرما۔ صرف ڈیڑھ مومن ہیں پورا مَیں اور آدھے مولوی نورالدین، باقی سب لوگ فاسق اور کافر ہیں۔ حافظ محمد صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب کے تو شروع سے مخالف تھے کیونکہ وہ تیز مزاج تھے۔ ویسے حافظ صاحب نہایت مخلص اور قربانی کرنے والے احمدی تھے اور اپنی نیکی کی وجہ سے مشہور تھے۔ اُن دنوں اگر کوئی ہندوستانی پولٹیکل ایجنٹ کے عہدے پر پہنچ جاتا تھا تو یہ ایک بہت بڑی ترقی سمجھی جاتی تھی۔ حافظ محمد صاحب بڑے بڑے افسروں اور پولٹیکل ایجنٹ کے مکان پر رات کو چلے جاتے تھے اور کہتے تھے میں نے خیال کیا کہ

پتا نہیں میں نے رات کو مر جانا ہے یا زندہ رہنا ہے اس لئے میں آپ کو خدا تعالیٰ کی تعلیم کی طرف توجہ دلا دوں۔ وہ سب لوگ ان کی طبیعت سے واقف تھے اس لئے اکثر جھوٹ بول دیتے تھے کہ اِس وقت طبیعت خراب ہے یا ضروری کام ہے آپ کل صبح تشریف لائیں۔ پس قرآن کریم کی تعلیم کے ماتحت سب سے پہلے شکایت کرنے والے کا پتا کرنا پڑتا ہے کہ وہ کس قسم کا آدمی ہے۔ کیونکہ خلیفہ کے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ وہ ہر شکایت کرنے والے کی شکایت سُنے اور اس کی تحقیقات کرتا پھرے۔ شکایت کرنے والے کا درجہ معلوم ہونا چاہیے کہ آیا وہ ایسا آدمی تو نہیں جو روزانہ دوسروں پر بدظنی کرتا ہے اور ہم اُس کی باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ ربوہ میں اِس قسم کے پچاس ساٹھ آدمی ہوں گے۔ اگر ان سب کی شکایات کی روزانہ تحقیق کی جائے تو ان کے لئے پچاس خلیفے ہونے چاہئیں تا وہ روزانہ لکھتے رہیں کہ فلاں فلاں میں یہ یہ خرابی ہے، فلاں میں یہ خُبث ہے، فلاں نے یہ کام کیا ہے اور وہ اس کی تحقیقات کرتے رہیں۔ اگر اس قسم کے پچاس آدمی ربوہ میں موجود ہیں تو پچاس ہی خلیفے چاہئیں۔ اور اگر بیرونی جماعتوں کو ملا کر جماعت میں ایک ہزار ایسے آدمی ہوں تو ایک ہزار خلیفے ہونے چاہئیں۔ کیونکہ ان لوگوں کی طبائع تیز ہوتی ہیں اور ان کو کبھی بھی سکون اور اطمینان نصیب نہیں ہوتا۔

پس تحقیقات میں پہلی روک تو یہ ہے کہ لکھنے والے نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا یا تو میری غلطی ہے کہ اس نے اصل نام لکھا ہے لیکن میں سمجھ نہیں سکا۔ اور اگر اُس نے اصل نام نہیں لکھا جیسا کہ میں نے خیال کیا ہے کیونکہ ہم نے اِس قسم کا نام ابھی تک نہیں سُنا تو لکھنے والے کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اُس کا یہ فعل قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ پہلے شکایت کرنے والے کی تحقیق کرو۔ خلیفہ اور امراءِ جماعت کو اَور بہت سے اہم کام کرنے ہوتے ہیں اگر ہر جگہ سے اس قِسم کی چٹھیاں آتی رہیں تو جماعت کا بیڑا غرق ہو جائے۔ لازماً جو شخص خلیفہ ہوگا یا امیر ہوگا اُسے جماعت کے کام کرنے ہوں گے۔ اور بسا اوقات اُسے انفرادی کاموں کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور جب افراد لاکھوں کی تعداد میں ہو جائیں تو پھر اُسے انتخاب کرنا ہوگا۔ اور یہ انتخاب دو طرح سے ہوگا۔ اوّل معاملہ اہم ہے اور اس کا ثبوت واضح ہے۔ یا وہ شخص اہم ہے اور اس کی بات ردّ نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ وہ بڑا محتاط ہے، راستباز ہے، مخلص ہے۔ اگر وہ کسی کی شکایت کرتا ہے تو لازماً اُس کی تحقیق کرنا ہوگی۔ اگر یقین ہو جائے کہ شکایت

کرنے والا غلطی نہیں کیا کرتا تو پھر اس معاملہ کی تحقیق کرنا ہوگی کیونکہ کوئی فرد یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ میں یوں کہہ رہا ہوں اس لئے یوں ہی سمجھنا چاہیئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ سے کوئی غلطی ہوگئی۔ حضرت علیؓ بھی مقتدیوں میں شامل تھے۔ آپ نے لقمہ دیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ تمہیں کس نے کہا ہے کہ لقمہ دو۔ اِس ناپسندیدگی کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ تمہارے ذمہ اور بڑے بڑے کام ہیں اِن چھوٹے کاموں کو اَوروں کے لئے رہنے دو۔ اور یہ بھی کہ یہ کام اُن قاریوں کا ہے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتے تھے۔ تم یہ کام اُن کے لئے رہنے دو۔ پس یہ ہوسکتا ہے کہ اگر شکایت کرنے والا کوئی بڑا آدمی ہوتو میں اُسے کہوں کہ تم اِن باتوں کو کسی اَور کے لئے چھوڑ دو اور اپنے اصل کام کی طرف متوجہ رہو۔ پس پہلی چیز تو یہی ہے کہ لکھنے والے نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا جس کی وجہ سے اُس کی حیثیت اور درجہ کا علم نہیں ہوسکتا۔

دوسری بات یہ ہے کہ اُس نے ناظر صاحب امورِ عامہ، اور ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ اور لجنہ اماء اللہ کے بعض عیوب بیان کئے ہیں اور پھر میرے پہریداروں کے بعض عیوب کو بیان کیا ہے۔ اور یہ کہا ہے کہ فلاں فلاں میں یہ عیب ہے۔ یعنی ایک طرف تو وہ ان لوگوں کی شکایت کر رہا ہے کہ وہ قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف کام کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر کوئی مسلمان قرآن کریم اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کے خلاف کوئی حرکت نہیں کرتا تو وہ کوئی عیب نہیں کرتا اور دوسری طرف ایسی شکایت کے کرنے میں وہ خود قرآن کریم کے خلاف جاتا ہے کہ اُس نے شکایت اور اس کے ثبوت کی جو شرائط مقرر کی ہیں وہ خود اُن کو توڑ دیتا ہے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت اماں جان کو ساتھ لے کر اسٹیشن پر پھر رہے تھے۔ اُن دنوں پردہ کا مفہوم بہت سخت لیا جاتا تھا۔ اسٹیشن پر ڈولیوں میں عورتیں آتی تھیں، پھر ڈبہ تک پردہ کا انتظام کیا جاتا تھا اور جب ڈبے میں بیٹھ جاتی تھیں تو کھڑکیاں بند کر دی جاتی تھیں۔ یہ پردہ تکلیف دینے والا تھا اور اسلام کی تعلیم کے خلاف تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسلام کی تعلیم پر عمل کرتے تھے۔ حضرت اماں جان برقع پہن لیتی تھیں اور سیر کے لئے باہر چلی جاتی تھیں۔ اُس دن بھی حضرت اماں جان نے برقع پہنا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

آپ کو ساتھ لیے پلیٹ فارم پر ٹہل رہے تھے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی۔ آپ نے جب دیکھا تو کہا بڑا غضب ہو گیا ہے۔ کل کو اشتہارات اور ٹریکٹ نکل آئیں گے کہ مرزا صاحب پلیٹ فارم پر اپنی بیوی کو ساتھ لئے پھر رہے تھے۔ ان میں خود تو اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس طرف توجہ دلاتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے پاس گئے اور کہا مولوی صاحب! غضب ہو گیا کل اخباروں میں شور پڑ جائے گا، اشتہارات اور ٹریکٹ نکل آئیں گے کہ مرزا صاحب پلیٹ فارم پر اپنی بیوی کو ساتھ لے کر پھر رہے تھے۔ اور اگر ایسا ہوا تو بہت خرابی ہوگی۔ آپ خدا کے واسطے حضرت صاحب کو سمجھائیں۔ حضرت خلیفہ المسیح الاوّل نے فرمایا کہ آخر اس میں کون سی برائی ہے؟ گاڑی میں طبیعت گھبرا جاتی ہے۔ اگر حضرت صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لے کر باہر ٹہل رہے ہیں تو اس میں کون سا حرج ہے؟ میری سمجھ میں تو یہ بات نہیں آتی۔ آپ کو اگر یہ بات بُری لگتی ہے تو خود جائیے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات کہہ دیجئے میں تو نہیں جاؤں گا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا بہت اچھا میں خود جاتا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ٹہلتے ٹہلتے بہت دور جا چکے تھے مولوی صاحب وہاں گئے۔ واپس آئے تو گردن جھکائی ہوئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل فرماتے ہیں کہ مجھے شوق پیدا ہوا کہ پوچھوں کیا جواب ملا ہے۔ چنانچہ میں نے دریافت کیا مولوی صاحب! حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا فرمایا ہے؟ مولوی صاحب نے کہا میں نے جب کہا حضور! آپ کیا کر رہے ہیں؟ کل اخبارات شور مچا دیں گے کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کے ساتھ اسٹیشن پر پھر رہے تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ آخر وہ کیا کہیں گے؟ یہی کہیں گے نا کہ مرزا صاحب اپنی بیوی کو ساتھ لئے ہوئے پھر رہے تھے۔ مولوی صاحب شرمندہ ہو کر واپس آ گئے۔ واقعی بات یہی تھی حضرت اماں جان نے پردہ کیا ہوا تھا اور پھر میاں بیوی کا اکٹھے پھرنا قابلِ اعتراض بھی تو نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی بیویوں کے ساتھ پھرتے تھے۔ ایک دفعہ لشکر کے سامنے رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہؓ دوڑے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہار گئے اور حضرت عائشہؓ جیت گئیں۔ دوسری دفعہ پھر دَوڑے تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جیت گئے اور حضرت عائشہؓ ہار گئیں کیونکہ حضرت عائشہؓ کا جسم کچھ موٹا ہو گیا تھا۔ اس پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا یَا عَائِشَۃ تِلْکَ بِتِلْکَ عائشہ! اُس ہار کے بدلہ میں یہ ہار ہوگئی 2۔ غرض رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے ساتھ پھرنا معیوب خیال نہیں فرماتے تھے اور جس بات کی اجازت اسلام نے دی ہے اُس کو عیب نہیں کہا جا سکتا۔

پس اگر کوئی شخص کسی دوسرے پر اعتراض کرتا ہے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ اس کے نزدیک وہ شخص اسلامی تعلیم پر عمل نہیں کرتا۔ لیکن شکایت کرنے والے نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ فلاں چھوٹے درجہ کا ہے، فلاں کمینہ ہے۔ اور بعض الزامات ایسے لگائے ہیں جس کے متعلق شریعت نے گواہ طلب کئے ہیں اور گواہ بھی ننگی رؤیت کے طلب کئے ہیں۔ یعنی شریعت اس کے متعلق یہ کہتی ہے کہ ننگی رؤیت کے چار گواہ ہوں۔ گو وہ شخص شکایت کرنے میں حق پر ہے ورنہ نہیں۔ لیکن عجب بات یہ ہے کہ دین کی غیرت ایسے شخص کو پیدا ہوئی ہے جو خود قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف عمل کرتا ہے اور دوسروں پر ایسے الزامات لگاتا ہے جن سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے۔ اور نہ صرف منع فرمایا ہے بلکہ ان پر حد مقرر کی ہے کہ ایسا کہنے والے کو 80 کوڑے لگاؤ 3۔ گویا شریعت نے اس بارہ میں جو اتنا شدید حکم دیا ہے وہ اُسے توڑتا ہے اور کہتا ہے کہ فلاں شخص قرآنی تعلیم کے خلاف چلتا ہے حالانکہ وہ خود قرآنی تعلیم کے خلاف چل رہا ہوتا ہے۔ اب دیکھو اس شکایت کرنے والے کی حیثیت کیا ہوئی؟ پہلے تو اُس نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ پھر جو ثبوت ضروری ہیں وہ پیش نہیں کئے۔ شریعت کے قواعد سے نہ تو میں آزاد ہوں نہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آزاد ہیں اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آزاد ہیں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود شریعت کے قواعد پر چلنے کے لئے مجبور تھے۔ پس اس شخص نے بعض ایسے اعتراضات کئے ہیں جن پر شریعت حد لگاتی ہے اور شریعت نے ان کے لئے گواہی کا جو طریق مقرر کیا ہے اُس طریق پر چلنا ضروری ہے۔ لیکن وہ کہتا ہے کہ فلاں نے قرآن کریم کا فلاں حکم توڑا ہے اُسے سزا دو لیکن مجھے کچھ نہ کہو۔

مجھے بچپن کا ایک لطیفہ یاد ہے۔ اُس وقت میں نے اس سے بہت مزا اٹھایا تھا اور اب بھی وہ مجھے یاد آتا ہے تو ہنسی آجاتی ہے۔ پانچویں یا چھٹی جماعت میں مَیں پڑھتا تھا۔ ہمارے اُستاد نے یہ طریق مقرر کیا ہوا تھا کہ اُن کے سوال کا جواب جو طالب علم وقت مقررہ میں دے دے وہ اُوپر کے نمبر پر آجائے گا۔ ہم کھڑے تھے، اُستاد نے سوال کیا، ایک لڑکے نے اس کا جواب دیا۔ دوسرے نے ہاتھ بڑھا کر کہا ماسٹر جی! یہ جواب غلط ہے۔ ماسٹر صاحب نے پہلے لڑکے سے کہا تم

نیچے آ جاؤ اور دوسرے کو کہا تم اوپر چلے جاؤ۔ نیچے آتے ہی اُس لڑکے نے جو پہلے اوپر کے نمبر پر تھا کہا کہ مولوی صاحب! اس نے میری غلطی نکالتے ہوئے **غَلَط** لفظ کو **غَلْط** کہا ہے جو **غَلَط** ہے۔ اس اُستاد نے پھر اُسے سابق جگہ پر کھڑا کر دیا اور دوسرے لڑکے کو پھر نیچے گرا دیا۔

یہی حالت بعض معترضوں کی ہوتی ہے۔ وہ دوسرے پر **غَلَط** یا صحیح اعتراض کرتے ہیں لیکن اعتراض کا طریقہ مجرمانہ اختیار کرتے ہیں اور اس طرح اُس کو سزا دلاتے دلاتے خود سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔ اور پھر شور مچاتے ہیں کہ مجرم کو کوئی نہیں پکڑتا جو توجہ دلاتا ہے اُسے سزا دیتے ہیں۔ حالانکہ سزا دینے والے کیا کریں وہ بھی تو شریعت کے غلام ہیں۔ اگر تم قرآنِ کریم کی حکومت کو قائم کرنا چاہتے ہو تو اپنے پر بھی خدا تعالیٰ کی حکومت کو قائم کرو۔ اگر تم یہ چاہتے ہو کہ دوسروں پر تو خدا تعالیٰ کی حکومت قائم ہو اور تم پر خدا تعالیٰ کی حکومت قائم نہ ہو تو یہ درست بات نہیں۔ میں شکایت کرنے والے سے کہتا ہوں۔ ''ایاز قدرِ خود بشناس۔'' تمہاری حیثیت ہی کیا ہے تم تو اپنا نام بھی چھپاتے ہو اور جب تم اپنا نام چھپاتے ہو تو دنیا تمہاری بات کیوں مانے۔ خدا تعالیٰ مالک ہے، وہ سب کا آقا ہے، سب کی پیدائش اور موت اُس کے اختیار میں ہے، وہ سب کو رزق دیتا ہے، سب پر اُس کا احسان ہے۔ اس کی بات تو مانی جائے گی تمہاری بات کیوں مانی جائے۔ تم اگر چاہتے ہو کہ دوسروں کو شریعت کے احکام کے مطابق سزا دی جائے تو تم اقرار کرتے ہو کہ تمہیں بھی شریعت کے احکام کے ماتحت سزا دی جائے۔ پھر جب تم دوسروں پر الزام لگاتے ہو اور اس کا جائز اور شرعی ثبوت نہیں دیتے تو کیوں نہ تم کو سزا دی جائے۔ باقی اگر کوئی کہے کہ تم میری بات مان لو تو یہ درست بات نہیں۔ شریعت کے مطابق جو گواہ اور ثبوت ضروری ہیں وہ مہیا کرنے بہرحال ضروری ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ دو جھگڑنے والے آئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ نے مجھے کہا ہے کہ میں تم میں سے ایک فریق کو قسم دوں۔ اِس پر الزام لگانے والے نے کہا اگر آپؐ نے قسم دی اور اس پر فیصلہ دے دیا تو یہ مقدمہ جیت گیا۔ یہ تو سو جھوٹی قسمیں بھی کھا سکتا ہے۔ اِس پر آپؐ نے فرمایا جو خدا تعالیٰ نے کہا ہے میں مانوں گا تمہاری بات نہیں مانوں گا۔ اگر یہ جھوٹی قسم کھائے گا تو خدا تعالیٰ اسے خود سزا دے گا۔

پس بعض لوگ تیز طبع ہوتے ہیں، ان میں جوش ہوتا ہے۔ اس لئے وہ کہہ دیتے ہیں چونکہ

ہم نے یوں کہا ہے اس لئے یہ درست ہے۔لیکن میں کہتا ہوں وہ لوگ راست باز ہیں یا خدا تعالیٰ راست باز ہے؟ سیدھی بات ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کہے گا وہی ہوگا۔ اگر اس کے مقابلہ میں کروڑوں لوگ ایک بات کہیں تو اُس پر عمل نہیں ہوگا۔

خدا تعالیٰ کہتا ہے دو گواہ لاؤ تو دو گواہ لئے جائیں گے۔ اگر ایک گواہ ہو چاہے وہ بہت بڑا آدمی ہو تو اُسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ اگر خدا تعالیٰ کہتا ہے چار گواہ لاؤ تو چار گواہ ہی لئے جائیں گے۔ اگر تم تین بادشاہ بھی لے آؤ تو اُن کی گواہی پر اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ پھر خدا تعالیٰ نے گواہی کا جو طریق مقرر کیا ہے اُس طریق پر گواہی لی جائے گی۔ یہ کہہ دینا کہ فلاں کمینہ ہے، فلاں ذلیل ہے، محض بیہودہ بات ہے۔ اسلام میں کوئی کمینہ اور ذلیل نہیں۔

حضرت ابوبکرؓ جب خلیفہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ایک طاقتور کو اُس کا حق نہ مل جائے اور جب تک ایک ضعیف کو اُس کا حق نہ مل جائے میں اُس کے لئے لڑوں گا۔ اور اُس وقت تک لڑوں گا جب تک کہ انصاف قائم نہ ہو جائے 4۔ اگر ایک معزز شخص چور کی حیثیت میں عدالت میں پیش ہوتا ہے تو اس کی وہی حیثیت ہوگی جو بظاہر ایک کمینہ شخص کی ہوگی۔ اِسی طرح اگر ایک امیر شخص کسی کو تھپڑ مارے تو اسلام میں اُس کی وہی حیثیت ہوگی جو اس قسم کا جُرم کرنے والے ایک غریب آدمی کی ہوگی۔

جبلہ بن ایہم ایک امیر شخص تھا جو اپنے علاقہ کا بادشاہ تھا وہ مسلمان ہو گیا اور حج کے لئے مکہ آیا۔ وہ رستہ میں ایک مجلس میں بیٹھ گیا۔ عربوں میں رواج تھا کہ جتنا تہہ بند کسی کا لٹک رہا ہو وہ اُتنا ہی معزز سمجھا جاتا تھا۔ جیسے ہمارے علاقہ میں زمیندار لوگ تہہ بند لٹکا لیتے ہیں اِسی طرح عرب لوگ بھی تہہ بند لمبا رکھتے تھے۔ جبلہ بن ایہم جب اس مجلس میں بیٹھا تو پاس سے گزرنے والے ایک غریب آدمی کا پاؤں اُس کے تہہ بند کے کنارے پر جا پڑا۔ جبلہ اپنے آپ کو بادشاہ تصور کرتا تھا۔ اُس نے اِس کو اپنی ہتک خیال کیا اور اُس شخص کو غصہ میں آ کر تھپڑ مار دیا۔ وہ غریب آدمی تھا خاموش ہو گیا اور شاید وہ اس لئے خاموش رہا کہ اُس نے خیال کیا کہ یہ شخص نیا نیا مسلمان ہوا ہے چلو خاموش رہو۔ لیکن جبلہ کا شکوہ تھپڑ مارنے کے بعد بھی پورا نہ ہوا۔ وہ غصہ میں حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ پہنچ چکا تھا لیکن آپ کو تفصیل کا علم نہیں تھا۔ جبلہ نے کہا عمرؓ! آپ کے لوگوں میں تہذیب بھی نہیں، یہ لوگ شائستہ نہیں، انہیں شائستگی سکھاؤ، میں بڑا

آدمی ہوں ، بادشاہ ہوں ،ایک گنوار شخص نے میرے تہہ بند پر اپنا پاؤں رکھ دیا ہے۔آپ فرمانے لگے جبلہ! تم نے اُس پر سختی تو نہیں کی؟ جبلہ نے کہا میں نے اُسے صرف ایک تھپڑ مارا ہے اوراصل سزا کی شکایت کرنے آپ کے پاس آیا ہوں۔حضرت عمرؓ نے فرمایا خدا کی قسم! اگر تم نے اُس شخص کو تھپڑ مارا ہے تو میں ساری مجلس کے سامنے تمہیں تھپڑ ماروں گا۔جبلہ کوئی بہانہ بنا کر وہاں سے نکل گیا اور واپس جا کر دوبارہ عیسائی ہو گیا5۔

پس اسلام میں کوئی کمینہ نہیں سوائے اُس شخص کے جو خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نظام کا خیال نہیں رکھتا۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے قائم کردہ نظام کا احترام رکھتا ہے وہ کمینہ نہیں۔کوئی شخص جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جؤا اپنی گردن سے نہیں اُتارتا غریب نہیں۔ہاں جو آپؐ کی اطاعت کا جؤا اُتار دیتا ہے وہ یقیناً غریب ہے۔ جو شخص کسی کو اُس کی غربت یا اُس کے خاندان کے کسی نقص کی وجہ سے کمینہ کہتا ہے وہ خود کمینہ ہے۔ جو شخص کسی پر اتہام لگاتا ہے خواہ وہ چُوڑھا ہی کیوں نہ ہو وہ خود مجرم ہے اور اُس سزا کا مستحق ہے جو قرآن کریم نے اِس جُرم کی مقرر کی ہے۔

تم اچھی طرح کان کھول کر سُن لو کہ اگر تم میں سے کوئی بے نام کی رپورٹ کرتا ہے تو قرآن کریم کہتا ہے وہ رپورٹ نہیں سننی چاہیے۔قرآن کریم کہتا ہے اِنۡ جَآءَکُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡۤا۔تم پہلے دیکھ لو کہ خبر لانے والا فاسق ہے یا مومن، پھر دیکھو وہ خبر اہم ہے یا غیر اہم، کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں خبر کا لفظ نہیں لکھا۔''نَبَا'' کہا ہے۔اور''نَبَا'' کسی اہم خبر کو کہتے ہیں۔پس دوسری بات یہ دیکھی جائے گی کہ وہ خبر اہم بات ہے یا غیر اہم۔کیونکہ خلیفہ یا اس کے مقررہ کردہ افسران اور امراء کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اس قسم کی شکایات کی تحقیق میں اسے ضائع کریں۔کسی نے کہہ دیا کہ فلاں شخص کے ٹخنہ سے کپڑا اٹھا ہوا تھا۔خلیفہ کا کیا کام ہے کہ وہ لوگوں کے ٹخنے دیکھتا پھرے۔دوسرے لوگ اُسے خود سمجھا لیں گے۔پس پہلے یہ دیکھنا ہوگا کہ شکایت کرنے والا ہے کون؟ اور جب وہ نام ظاہر نہیں کرتا تو اس کی تحقیق نہیں ہوسکتی۔اور دوسرے یہ دیکھنا ہوگا کہ وہ خبر اہم ہو۔اگر یہ دونوں باتیں ثابت ہو جائیں تو قرآن کریم کہتا ہے تم اس بات کی تحقیق کرو۔اور جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ بات سچ ہے تو اس کے خلاف کارروائی کرو۔

ہم قرآن کریم کا حکم چلانے کے لئے کھڑے ہوئے ہیں اس لئے تم بھی کوئی قدم اصلاح کا اٹھاؤ تو وہی قدم اٹھاؤ جو قرآن کریم کے مطابق ہو۔ ہوسکتا ہے کہ بعض دفعہ تم کوئی غلطی دیکھو جس کا ثبوت مہیا نہ ہوسکے تو خلیفہ اس کے متعلق کچھ نہیں کرسکتا۔ جس طرح خدا تعالیٰ میرے سامنے آتا ہے تمہارے سامنے بھی آتا ہے۔ تم راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے کہو کہ وہ جماعت سے اس عیب کو دور کرے۔ گمنام خطوط لکھنا اِس کا علاج نہیں۔ اگر میں ان خطوط پر غور کروں تو میں بھی مجرم ہو جاؤں گا۔ جب کوئی شخص کہتا ہے کہ فلاں نے یہ جُرم کیا ہے اور اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تو وہ بھی مجرم ہے۔ اور پھر اگر وہ معاملہ میرے سامنے لے آتا ہے اور میں اس پر غور کرتا ہوں تو میں بھی مجرم ہوں۔ گویا تین جُرم ہوئے۔ اگر تین کی بجائے ایک جُرم رہنے دیا جاتا تو بہتر تھا۔ کہتے ہیں کہ کوئی تین آدمی نماز پڑھ رہے تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہا۔ اس پر ایک شخص نے کہا وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ جب اُس نے وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہا تو دوسرے نے کہا نماز میں بولا نہیں کرتے تمہاری نماز ٹوٹ گئی۔ اِس پر امام نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! میں تو نہیں بولا۔ گویا تینوں مجرم بن گئے۔

یہی بات یہاں ہوتی ہے۔ فرض کرو ایک شخص نے چوری کی ہے۔ قرآن کریم اس جُرم کو جائز قرار نہیں دیتا۔ اب اگر کوئی دوسرا شخص اس معاملہ کو میرے سامنے لاتا ہے اور کسی کو مجرم قرار دے دیتا ہے اور اُس کا کوئی ثبوت نہیں دیتا تو وہ بھی مجرم ہے۔ اور اگر میں بِلا ثبوت اس کے خلاف تحقیق شروع کر دیتا ہوں تو میں بھی مجرم ہوں۔ پس یہ جُرم کو بڑھانے والی بات ہے اصلاح کی نہیں۔ تم وہ اصلاح پیش کرو جو قرآن کریم کے مطابق ہو۔ ورنہ راتوں کو اٹھو اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو کہ خدا تعالیٰ ان عیوب کو جماعت سے دور کر دے کیونکہ ان عیوب کا یہی علاج ہے گمنام خطوط لکھنے کا کچھ فائدہ نہیں۔''

خطبہ ثانیہ کے بعد فرمایا:

''گلاب بی بی صاحبہ عرف پٹھانی میر پور خاص میں فوت ہوگئی ہیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں، جنازہ میں بہت تھوڑے دوست شامل ہوئے۔ مرحومہ کی خواہش تھی کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں۔

غلام قادر صاحب بھوڑو چک نمبر 18 ضلع شیخوپورہ وفات پاگئے۔ مرحوم موصی تھے۔ ان

کی بھی خواہش تھی کہ میں ان کا جنازہ پڑھاؤں۔

ہمشیرہ صاحبہ مولوی نظام الدین صاحب احمد نگر، کالاکیمپ ضلع جہلم میں وفات پا گئی ہیں۔ وہاں جماعت کے بہت تھوڑے افراد ہیں جو جنازہ میں شامل ہوئے۔

فاطمہ بیگم صاحبہ اہلیہ میر عنایت علی صاحب لدھیانوی حیدرآباد سندھ میں وفات پا گئی ہیں۔ حیدرآباد اور کوٹری کے بہت تھوڑے احمدی احباب جنازہ میں شامل ہوئے۔ مرحومہ نہایت مخلص خاتون تھیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے 1900ء میں بیعت کی لیکن درحقیقت ان کا تعلق احمدیت سے بہت پرانا تھا۔ ان کے خاوند میر عنایت علی صاحب لدھیانوی اُن چالیس آدمیوں میں سے تھے جنہوں نے لدھیانہ کے مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلے دن بیعت کی۔ ان کی بیوی بھی درحقیقت اُسی دن سے احمدیت سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کی طبیعت تیز تھی میر عنایت علی صاحب کی طبیعت نرم تھی۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ابتدائی صحابہ میں سے تھے، بہت دعائیں کرنے والے اور مستجاب الدعوات تھے۔ میاں بیوی کا اختلاف ہو جاتا تھا تو اکثر میر صاحب کو ایک طعنہ دیتی تھیں جو نہایت پُر لطف ہے۔ بات یہ ہوئی کہ بیعت کرنے والوں کی ترتیب جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقرر فرمائی تھی اُس کے لحاظ سے میر صاحب کی بیعت غالباً ساتویں نمبر پر تھی لیکن میر صاحب اپنے ایک رشتہ دار یا دوست خواجہ علی صاحب کو جو پرانے بزرگوں میں سے ایک ہیں بلانے چلے گئے۔ انہیں ڈھونڈنے میں دیر لگ گئی۔ اِس وجہ سے اُن کی بیعت بجائے ساتویں نمبر کے غالباً 37 ویں نمبر پر ہوئی۔ تو جب بھی میاں بیوی کی لڑائی ہوتی بیوی خاوند کو ہمیشہ یہ طعنہ دیتی تھیں کہ تمہاری حیثیت تو یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کے لئے تمہیں ساتواں نمبر ملا تھا لیکن تم اپنی بیوقوفی کی وجہ سے 37 ویں نمبر پر پہنچے۔ پس مرحومہ درحقیقت پرانا تعلق رکھنے والی خاتون تھیں ظاہری بیعت گو دیر سے کی ہو۔

سید محمد اشرف صاحب ریٹائرڈ کلرک بھی وفات پا گئے ہیں۔ مرحوم موصی تھے اس لئے کراچی میں بطور امانت دفن کئے گئے۔ ان کی طبیعت بھی تیز تھی اور قریباً سب احمدی دوست انہیں جانتے تھے۔ ان کی عادت تھی کہ وہ ہر جگہ بول پڑتے تھے۔ اطلاع دینے والے نے تحریر کیا ہے کہ وہ پرانے احمدی تھے مگر یہ درست نہیں۔ وہ پرانے احمدی نہیں تھے لیکن اپنے اخلاق کی وجہ سے انہوں نے

اپنی زندگی اِس رنگ میں گزاری کہ پرانے احمدی بن گئے۔ ان کے بھائی ڈاکٹر غلام دستگیر صاحب ان سے پہلے کے احمدی تھے اور سید محمد اشرف صاحب اُن دنوں سخت مخالف تھے۔ مجھے یاد ہے 1905ء میں میری آنکھوں میں ککرے پڑے ہوئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے علاج کے لئے لاہور بھجوا دیا۔ جہاں میرے کئی آپریشن ہوئے۔ میر محمد اسماعیل صاحب اُن دنوں وہاں ہاؤس سرجن تھے۔ میر صاحب کو رہنے کے لئے جو جگہ ملی تھی اُس کے ساتھ ایک نوکر خانہ تھا۔ اُس نوکر خانہ میں ایک آدمی آتا جاتا تھا۔ شام کو آتا اور صبح کو چلا جاتا تھا۔ میں نے میر صاحب سے دریافت کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو انہوں نے مجھے بتایا کہ ان کا نام غلام دستگیر ہے، ڈاکٹری میں پڑھتے ہیں، یہاں رہتے ہیں اور یہیں کھانا پکاتے ہیں۔ ان کے بھائی سخت مخالف ہیں اس لئے انہیں دقّت ہے پس اصل میں ڈاکٹر صاحب ان سے پہلے احمدی تھے۔ ہاں جب یہ احمدی ہوئے تو ان میں اتنا جوش پیدا ہو گیا کہ ہر مجلس اور ہر کام میں حصہ لیتے تھے۔ اس لئے لوگ انہیں پرانا احمدی سمجھنے لگے چند دن ہوئے ربوہ میں زمین لینے کے خیال سے آئے تھے۔ میں نے کہا کہ اب زمین ختم ہو گئی ہے۔ ہاں اگر اَور زمین خریدی گئی تو آپ کو مل سکے گی۔ اِس پر وہ واپس چلے گئے اور چند ہفتوں کے بعد ان کی وفات کی خبر اچانک ملی۔

میاں عبدالرحمٰن صاحب چک نمبر 203 جھڈو گدام سندھ میں فوت ہو گئے ہیں۔ جنازہ میں بہت کم احمدی دوست شریک ہوئے۔

والدہ صاحبہ جمعدار محمد افضل خاں صاحب وفات پا گئی ہیں۔ بہت تھوڑے احمدی دوست جنازہ میں شریک ہوئے۔

چودھری محمد عبداللہ صاحب لائل پوری درویش قادیان وفات پا گئے ہیں۔ یہ موصی تھے اور اپنی ساری جائیداد خدمتِ سلسلہ کے لئے وقف کر چکے تھے۔ پھر اپنی زندگی وقف کر کے قادیان چلے گئے۔ یہ پہلے قادیان میں نہیں رہتے تھے فساد کے بعد قادیان گئے۔ مولوی تاج الدین صاحب لائل پوری قاضی سلسلہ کے بڑے بھائی تھے۔

میر مرید احمد صاحب تالپور سندھ، حال میں ان کی وفات کی خبر آئی ہے۔ بہت کم لوگ جنازہ میں شریک ہوئے۔ میر صاحب ریاست خیر پور کے شاہی خاندان میں سے تھے۔ طالب علمی

کی حالت میں قادیان رہے اور شاید وہیں سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور بعد میں ان کی شادی ہوئی۔ احمدی ہو جانے کی وجہ سے اپنے خاندان سے بہت تکالیف اٹھائیں۔ ریاست خیرپور میں فاریسٹ آفیسر تھے۔ نواب صاحب خیرپور کی والدہ نے انہیں میرے پاس بھیجا کہ باپ کے بعد میرے بیٹے کا نواب ہونے کا حق ہے لیکن باپ بیٹے پر خفا ہے۔ آپ دعا کریں کہ میرا بیٹا نواب ہو جائے۔ میں نے کہا اچھا میں دعا کروں گا۔ لیکن وہی بیٹا جب نواب بنا تو اُس نے انہیں ڈسمس کر دیا۔ آپ موصی تھے اور نہایت مخلص احمدی تھے۔ ان کی اولاد بھی مخلص احمدی ہے۔ میں نماز جمعہ کے بعد ان سب کا جنازہ پڑھاؤں گا۔'' (الفضل 8 اکتوبر 1952ء)

1: الحجرات: 7

2: سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد باب فی السبق علی الرجل میں ''هٰذِهٖ بِتِلْكَ السَّبْقَةِ'' کے الفاظ ہیں۔

3: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً (النور: 5)

4: تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ 67 فصل فی مبایعته رضی اللہ عنہ بیروت 1969ء

5: فتوح البلدان بلاذری، صفحہ 142 مطبوعہ مصر 1319ھ